بسم اللہ الرحمن الرحیم

10 روزہ

اصلاح المسلمین

شمارہ نمبر 1

10 مارچ 2018

تجربات کو عذاب بتائیں

زندگی اور موت کی یاد کا نبوی طریقہ

سچائی اور امانت داری

دنیا کے دو بڑے فتنے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اسلامی معاشرے میں اخلاق کی اہمیت

فری PDF رسالہ کے لئے وٹس ایپ کریں

+923018286712

+923322552943

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایک گذارش

۱۰روزہ اصلاح المسلمین کی پی ڈی ایف فائل اپنے کم ازکم بیس احباب کو
بذریعہ وٹس ایپ، فیس بک، میسینجر افادہ عام اور صدقہ جاریہ کی نیت سے ضرور شیئر کریں۔

دس روزہ اصلاح المسلمین کی پی ڈی ایف فائل کو حاصل کرنے کے لیے:

جامعہ اسلامیہ فاروقیہ نارتھ کراچی کے فیس بک پیج کا لنک:

Www.facebook.com/JifSec9

ایڈیٹر دس روزہ اصلاح المسلمین کے فیس بک کا لنک:

Facebook.com/This.Is.H.Qureshi

معروف پبلشنگ ویب سائیٹ ایشو کا لنک:

Https://issuu.com/hameedqurashi

وٹس ایپ کے لئے:

+923018286712
+923322552943

القرآن

گناہ گاروں نہ گھبراؤ!

(اللہ تعالی بہترین بدلہ عطا کرے گا) ان لوگوں کو جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، البتہ کبھی کبھار پھسل جانے کی بات اور ہے ۔یقین رکھو تمہارا پروردگار بہت وسیع مغفرت والا ہے ۔(سورہ النجم:32)

الحدیث

صبح بابرکت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رزق کے حاصل کرنے میں دن کا شروع وقت اختیار کرو کہ دن کے شروع وقت میں برکت ہے اور کامیابی ہے ۔(مجمع الزوائد:64/4)

عرضِ مدیر

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں، اسی نے ہمارے مابین اخلاق تقسیم کیا ہے جیسے کہ اس نے ہمارے مابین رزق تقسیم فرمایا، پھر ہماری درجہ بندی کے لئے اخلاق کو معیار قرار دیا۔انسانوں کی رنگت اور لغت الگ الگ ہونے کے باوجود وہ ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، تاہم ان کے اخلاق اور مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں ۔اسی وجہ سے اخلاق ہی اقدار کا معیار اور لوگوں کے ہاں کسوٹی کا درجہ رکھتا ہے ۔اخلاق ہی بلندیوں کیلیے زینہ ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: بیشک تم میں سے بہترین وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے ۔(بخاری)

اللہ کے بندو! جس دین سے ہم نسبت رکھتے ہیں یہ دین سراپا اخلاقیات کا دین ہے، پھر ہمارے نبی ﷺ کو اخلاقیات کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا گیا، مزید برآں عالم اسلام کا دوتہائی حصہ اسلامی اخلاقیات سے ہی حلقہ بگوش اسلام ہوا۔

رسول اللہ ﷺ میں گزشتہ اور پیوستہ سب لوگوں کی خوبیاں یکجا تھیں، آپ ﷺ کا اخلاق انتہائی اعلی ترین تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کے بارے میں فرمایا: {وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ} اور بیشک آپ انتہائی عظیم اخلاق کے مالک ہیں ۔[القلم:4]

اسی لئے، ہم چاہے عالم دین ہوں، تاجر ہوں، معلم و استاد ہوں، انجینئر ہوں، ڈاکٹر ہوں، ایم بی اے، سی اے، وکیل ہوں یا پھر جو بھی ہوں، ہمارے لئے اسوہ رسول اکرم ﷺ ہی بہترین نمونہ وضابطہ حیات ہے ۔زیرِ نظر رسالہ میں یہی سب کچھ پیش کرنے لگا ہوں ۔آپ کی قیمتی رائے، مشورے، نقد و جرح میرے لئے نہایت اہمیت کے حامل ہوگی۔ (مکمل تعارف صفحہ آخر پر)

اللہ تعالی میرے اور آپ کیلیے قرآن مجید کو بابرکت بنائے، ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی رہنمائی کے مطابق چلنے کی توفیق دے، میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور عظمت و جلال والے اللہ سے اپنے اور سب مسلمانوں کیلیے تمام گناہوں کی بخشش طلب کرتا ہوں، آپ بھی اسی سے بخشش طلب کرو، بیشک وہ بخشنے والا ہے اور نہایت رحم کرنے والا ہے ۔

مولوی حمید الرحمٰن قریشی، ایڈیٹر 10 روزہ اصلاح المسلمین

زندگی اور موت کی یاد کا نبوی ﷺ طریقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو تلقین فرماتے تھے کہ جب رات ختم ہو کر تمہاری صبح ہو تو اللہ کے حضور عرض کیا کرو:

اَللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ

ترجمہ: اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہم نے صبح کی ہے اور تیرے ہی حکم سے ہم نے شام کی ہے، تیرے ہی فیصلہ سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی حکم سے ہم

(وقت آجانے پر) مریں گے اور پھر تیری ہی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

اور اِسی طرح جب شام ہو تو عرض کرو:

اللھمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحيا وَبِكَ نَمُوتُ وإلَيْكَ النُّشُورُ (ترمذی، رقم: ۳۳۹۱)

ترجمہ: اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہم نے شام کی ہے اور تیرے ہی حکم سے ہم نے صبح کی ہے اور تیرے ہی فیصلہ سے ہم زندہ ہیں اور تیرے ہی فیصلہ سے مریں گے اور پھر اٹھ کر تیرے ہی حضور حاضر ہوں گے۔

تشریح: انسانی زندگی میں صبح وشام کے اوقات کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ہر شخص کے لیے رات کے بعد صبح اور دن ختم ہونے پر شام آتی ہے اور اِسی آمد ورفت سے زندگی کی ایک ایک منزل طے ہوتی رہتی ہے، صبح وشام کی یہ تبدیلی اپنے اندر راحت کا بڑا سامان رکھتی ہے، اگر رات ہی رات رہے تو انسان عاجز آجائے گا، کاروبارِ زندگی رک جائے گا اور اِسی طرح اگر دن ہی دن رہے تو انسانی زندگی تلخ ہو جائے گی، بدن کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، معلوم ہوا کہ صبح وشام اللہ کی بہت بڑی نعمت اور نظامِ کائنات کے استحکام کا اٹوٹ حصہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور عملی نمونہ سے امت کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ہر صبح وشام اللہ کی قدرتِ کاملہ اور اس کے بے پناہ احسانات کو یاد کرے، اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو تازہ اور مستحکم کرے اور اُن اوقات میں اپنے رب کے سامنے دعائیں کرے، اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید احسان فرمایا کہ صبح وشام کی مناسب دعا بھی تلقین فرما دی ہمیں چاہیے کہ ہم ان دعاؤں کی قدر کریں، انھیں حرزِ جان بنائیں، جس کا مناسب اور موثر طریقہ یہ ہے کہ ہم وہ دعائیں یاد کریں، ان کے مضامین میں غور کریں اور ان کو روزانہ کے معمولات میں داخل کر لیں۔

مذکورہ دعا کے علاوہ صبح وشام کی اور دعائیں بھی منقول ہیں، دعاؤں کتابوں سے یاد کر سکتے ہیں، صبح کے وقت پڑھنے کی ایک جامع دعا اوپر لکھی گئی ہے، مذکورہ دعا چونکہ آسان ہے اور صبح وشام کے الفاظ میں معمولی سا فرق ہے؛ اِس لیے اِسی کا انتخاب کیا گیا ہے، اللہ ہمیں اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔

حکمت اور پیغامِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حدیث میں ہدایت فرمائی ہے کہ جب صبح یا شام ہو تو اللہ تعالیٰ کی (صبح وشام والی) نعمت کا احساس واعتراف کیا جائے، اسی کے ساتھ اِس کو بھی یاد کیا جائے کہ جس طرح اللہ کے حکم سے دن کی عمر ختم ہو کر رات آتی ہے اور رات کی عمر ختم ہو کر دن نکلتا ہے، اسی طرح اس کے حکم سے ہماری زندگی چل رہی ہے اور اُسی کے حکم سے مقررہ وقت پر موت آجائے گی اور پھر اللہ کے حضور پیشی ہوگی، غرض یہ کہ روزانہ صبح وشام اللہ کی نعمت کا اعتراف اور موت اور آخرت کو یاد کیا جائے، نہ صبح کو اِس سے غفلت ہو نہ شام کو۔ (معارف الحدیث: ۵/ ۱۲۰)

۲- مذکورہ دعا میں یہ پیغام ہے کہ شب وروز کا یہ سلسلہ ایک طرف آدمی کو وقت کے گذرنے کا احساس دلائے کہ اس کی مختصر زندگی میں سے ایک دن اور کم ہو گیا ہے اور وہ اپنے انجام سے روز بہ روز قریب سے قریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے تو دوسری طرف یہ سلسلہ اسے زندگی اور موت کا بہ اندازِ تمثیل مشاہدہ کرائے، وہ دن کی چہل پہل اور سرگرمیاں دیکھنے کے بعد یہ دیکھے کہ رات نے کس طرح ہر چیز پر موت طاری کر دی ہے، چرند پرند، انسان وحیوان، سب نیند کی آغوش میں جا سوتے ہیں اور پھر وہ خود نیند کی پرسکون وادی میں اتر کر موت کے تجربے سے گذرے۔

۳- فطرت کے سب مظاہر انسان کی یاد دہانی کے لیے ہیں، مگر انسان اپنے کاموں میں گم ہو کر ان مَظاہرِ فطرت سے عبرت حاصل نہیں کرتا، بلکہ ان بڑے بڑے تغیرات کو بھی وہ معمول کے چھوٹے چھوٹے واقعات کی طرح توجہ دیے بغیر آگے بڑھ جاتا ہے، ان اوقات میں یہ دعا اِسی لیے سکھائی گئی ہے کہ یہ دعا بندۂ مومن کی توجہ ان مظاہر کی طرف مبذول کرے، تاکہ وہ ان آیاتِ الٰہی میں غور وفکر کر کے ان حقائق کو اپنے ذہن میں تازہ کرے، جنھیں وہ اپنے کاموں میں مصروف ہو کر بھلا چکا تھا۔

دینِ اِسلام نے یاد دہانی کا ایسا نظام اِس لیے قائم کیا ہے تاکہ آدمی زندگی کی چہل پہل میں اپنے رب کو بھول کر کہیں شر کی بھول بُھلیاں پر نہ جا نکلے، چنانچہ دین اسے ہر موڑ پر یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ خدا کے حضور پیش ہونے کے لیے خواہی نہ خواہی آگے بڑھ رہا ہے۔

۴- مذکورہ دعا میں صبح وشام میں حاصل ہونے والی نعمتوں پر شکرِ الٰہی کی ادائیگی کا پیغام ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اعتراف واستحضار کرکے اپنی عبدیت، بندگی اور عاجزی کا اظہار کامل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو مسنون دعاؤں کے اہتمام کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔ (مولانا محمد تبریز عالم قاسمی استاذ دارالعلوم حیدرآباد)

دنیا کے دو بڑے فتنے

آج کل دنیا طرح طرح کے فتنوں کی آماج گاہ بنی ہوئی ہے، ان سب فتنوں میں ایک بنیادی اور بڑا فتنہ "پیٹ" کا ہے، شکم پروری وتن آسانی زندگی کا اہم ترین مقصد بن کر رہ گیا ہے، ہر شخص کا شوق یہ ہے کہ لقمۂ تر اس کی لذت کام ودہن کا ذریعہ بنے اور یہ فتنہ اتنا عالم گیر ہے کہ بہت کم افراد اس سے بچ سکے ہیں، تاجر ہو یا ملازم، اسکول کا ٹیچر ہو یا کالج کا پروفیسر، دینی درس گاہ کا مدرس ہو یا مسجد کا امام، اس آفت میں سب ہی مبتلا نظر آتے ہیں، ہاں! فرق مراتب ضرور ہے، زہد وقناعت، ورع وتقویٰ اور اخلاص وایثار جیسے اخلاق وفضائل اور ملکات کا نام ونشان نہیں ملتا، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج پورا عالم ساز وسامان کی فراوانی کے باوجود حرص وآز، طمع ولالچ اور زرطلبی وشکم پروری کی بھٹی میں جل رہا ہے اور کرب واضطراب، بےچینی وبے اطمینانی اور حیرت وپریشانی کا دھواں چہار سمت پھیلا ہوا ہے۔

دراصل اس فتنۂ جہاں سوز کا بنیادی سبب یہی ہے، جس کی نشان دہی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، آخرت کا یقین بے حد کمزور اور آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کا تصور تقریباً ختم ہو چکا ہے، مادی نعمتیں اور ان کا تصور اس قدر غالب ہے کہ روحانی قدریں مضمحل ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج انسانوں کی چھوٹائی، بڑائی، عزت وذلت اور بلندی وپستی کی پیمائش ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے پیمانے سے نہیں ہوتی، بلکہ "پیٹ اور جیب" کے پیمانے سے ہوتی ہے، مادیت کے اس سیلاب میں پہلے ایمان ویقین رخصت ہوا، پھر انسانی اخلاق ملیامیٹ ہوئے، پھر اسوۂ نبوت سے وابستگی کمزور ہوکر "اعمال صالحہ" کی فضا ختم ہوئی، پھر معاشرت ومعاملات کی گاڑی لائن سے اتری، پھر سیاست وتمدن تباہ ہوا اور اب مادیت کا یہ طوفان انسانیت کو بہیمیت کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے، انفرادی بے اصولی اور آوارگی وبے راہ روی اور بے رحمی وشقاوت کا وہ دور دورہ ہے کہ الامان والحفیظ

الغرض اس "پیٹ" کے فتنے نے ساری دنیا کی کایا پلٹ ڈالی ہے، دنیا بھر کے عقلاء "پیٹ" کی فتنہ سامانی کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں وہ اس فتنہ کے ہولناک نتائج کا تدارک بھی کرنا چاہتے ہیں، مگر صد حیف کہ علاج کے لیے ٹھیک وہی چیز تجویز کی جاتی ہے جو خود سبب مرض ہے، درحقیقت انبیا علیہم السلام ہی انسانیت کے نباض ہیں اور انہیں کا تجویز کردہ علاج اس مریض کے لیے کارگر ہوتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہولناک مرض کی صحیح تشخیص بہت پہلے فرما دی تھی، چناں چہ ارشاد فرمایا:

"بخدا! مجھے تم پر فقر کا اندیشہ قطعاً نہیں، بلکہ اندیشہ ہے کہ تم پر دنیا پھیلائی جائے، جیسا کہ تم سے پہلوں پر پھیلائی گئی، پھر تم پہلوں کی طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو، پھر اس نے جیسے ان کو برباد کیا، تمہیں بھی برباد کر ڈالے۔" (بخاری ومسلم)

لیجیے! یہ تھا وہ نقطۂ آغاز، جس سے انسانیت کا بگاڑ شروع ہوا، یعنی دنیا کو نفیس اور قیمتی چیز سمجھنا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس پر جھپٹنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشخیص پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کے لیے ایک جامع نسخۂ شفا بھی تجویز فرمایا، جس کا ایک جز اعتقادی ہے اور دوسرا عملی۔

اعتقادی جزیہ ہے کہ اس حقیقت کو ہر موقع پر مستحضر رکھا جائے کہ اس دنیا میں ہم چند لمحوں کے مہمان ہیں، یہاں کی ہر راحت وآسائش بھی فانی ہے اور ہر تکلیف ومشقت بھی ختم ہونے والی ہے، یہاں کے لذائذ وشہوات، آخرت کی بیش بہا نعمتوں اور ابدالآباد کی لازوال راحتوں کے مقابلہ میں کالعدم اور ہیچ ہیں۔ قرآن کریم اس اعتقاد کے لیے سراپا دعوت ہے اور سینکڑوں جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

سورۂ اعلیٰ میں نہایت بلیغ مختصر اور جامع الفاظ میں اس پر متنبہ فرمایا:

"(کان کھول کر سن لو! کہ تم آخرت کو اہمیت نہیں دیتے) بلکہ دنیا کی زندگی کو (اس پر) ترجیح دیتے ہو، حالاں کہ آخرت

(دنیا سے) بدرجہا بہتر اور لازوال ہے۔" (سورۂ اعلیٰ:16,17)

اور عملی حصہ اس نسخہ کا یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں مشغول ہوا جائے اور بطور پرہیز کے حرام اور مشتبہ چیزوں کو زہر سمجھ کر ان سے کلی پرہیز کیا جائے اور یہاں کے لذائذ وشہوات میں انہماک سے کنارہ کشی اختیار کی جائے، دنیا کا مال واسباب، زن وفرزند، خویش واقرباء اور قبیلہ وبرادری کے سارے قصے زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر صرف بقدر ضرورت ہی اختیار کیے جائیں، ان میں سے کسی چیز کو بھی دنیا میں عیش وعشرت اور لذت وتنعم کی زندگی گزارنے کے لیے اختیار نہ کیا جائے اور نہ یہاں کی عیش کوشی کو زندگی کا مقصد اور موضوع بنایا جائے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"عیش وعشرت سے پرہیز کرو، کیوں کہ اللہ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔"

تعجب ہے کہ اگر کسی ڈاکٹر کی رائے ہو کہ دودھ، گھی، گوشت، چاول وغیرہ کا استعمال مضر ہے تو اس کے مشورے اور اشارے سے تمام نعمتیں ترک کی جاسکتی ہیں، لیکن خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات اور وحی آسمانی کے صاف احکام پر ادنی سے ادنی لذت کا ترک کرنا گوارا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور معیار زندگی کو اول سے آخر تک دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی نعمتوں سے دل بستگی سراسر جنون ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قصہ مروی ہے کہ کچھ لوگوں پر ان کا گزر ہوا، جن کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا تھا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کھانے کی دعوت دی، آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کردیا اور فرمایا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔" مہینوں پر مہینے گزر جاتے، مگر کاشانہ نبوت میں نہ رات کو چراغ جلتا، نہ دن کو چولہا گرم ہوتا، پانی اور کھجور پر گزر بسر ہوتی، وہ بھی کبھی میسر آتیں، کبھی نہیں، تین تین دن کا فاقہ ہوتا، کمر سیدھی رکھنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھے جاتے اور اسی حالت میں جہاد وقتال کے معرکے ہوتے۔ الغرض زہد وقناعت، فقر وفاقہ، بلند ہمتی وجفاکشی اور دنیا کی آرائشوں سے بے رغبتی اور نفرت وبے زاری سیرت طیبہ کا طغرائے امتیاز تھی، اپنی حالت کا اس "پاک زندگی" سے مقابلہ کرنے کے بعد ہم میں سے ہر شخص کو شرم آنی چاہیے۔ ہمارے یہاں سارا مسئلہ روٹی اور پیٹ کا ہے اور وہاں یہ سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ زندگی بالقصد اختیار کی گئی تھی، تاکہ آئندہ نسلوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو آپ کو من جانب اللہ کیا کچھ نہ دیا جاسکتا تھا؟ مگر دنیا کا یہ ساز وسامان، جس کے لیے ہم مرکھپ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس قدر حقیر وذلیل ہے کہ وہ اپنے محبوب ومقرب بندوں کو اس سے آلودہ نہیں کرنا چاہتے، بعض انبیا علیہم السلام کو عظیم الشان سلطنت بھی دی گئی، مگر ان کے زہد وقناعت اور دنیا سے بے رغبتی اور بے زاری میں فرق نہیں آیا، ان کے پاس جو کچھ تھا، دوسروں کے لیے تھا، اپنے نفس کے لیے کچھ نہ تھا۔

الغرض یہ ہے "فتنہ پیٹ" کا صحیح علاج، جو انبیا علیہم السلام اور بالخصوص سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا اور اگر انسان "پیٹ کی شہوت" کے فتنہ سے بچ نکلے تو ان شاء اللہ "شہوت فرج" کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے گا کہ یہ خرمستی پیٹ بھرے آدمی کو ہی سوجھتی ہے، بھوکا آدمی اس کی آرزو کب کرے گا؟ ان ہی دو شہوتوں سے بچنے کا نام اسلام کی اصطلاح میں تقویٰ ہے، جس پر بڑی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ضعیف مریض کو بقائے حیات کے لیے ہلکی پھلکی، معمولی غذا کا مشورہ دیا جاتا ہے اور زبان کے چسکے سے بچنے کی سخت تاکید کی جاتی ہے، تاکہ مطلوبہ اعلیٰ "صحت" نصیب ہو، بس یہی حیثیت اسلام کی نظر میں دنیا کی ہے۔ (حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ)

سچائی اور امانت داری

اسلامی اخلاق میں صداقت وامانت دو ایسے جامع اوصاف ہیں جن کو اختیار کرنے سے انسانی اخلاق کی تکمیل ہوتی ہے۔

سچائی وامانت داری کی صفت سے عاری انسان ناتمام اور ادھورا شمار ہوتا ہے، سچ بولنے سے معاشرے میں عزت ملتی ہے، لوگوں کا اعتماد حاصل ہوتا ہے، سچ کی بدولت انسان راحت واطمینان کی زندگی جیتا ہے، سچائی کو اختیار کرنے سے چہرہ پُر رونق رہتا ہے، سچ انسان کو نجات دلاتا ہے، جھوٹ ہلاک وبرباد کرتا ہے، سچائی کو آدمی مضبوطی سے تھام لیتا ہے اور ہمیشہ سچ بولتا ہے تو رفتہ رفتہ مقام صدیقیت حاصل کرلیتا ہے؛ جب کہ کذب اور دروغ گوئی انسان کو تباہ وبرباد

کر دیتی ہے، جھوٹ کی وجہ سے انسان کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے، جھوٹا شخص لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے، جھوٹ بولنے کی وجہ سے قلبی سکون واطمینان سے انسان محروم رہتا ہے، رحمت کے فرشتے اس سے کوسوں دور رہتے ہیں اور شیطان اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور جھوٹ بولنے کی عادت پختہ ہونے کے باعث اللہ کے یہاں اس کو کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچائی کو لازم پکڑلو؛ کیوں کہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بے شک نیکی جنت میں پہونچا دیتی ہے اور آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا رہتا ہے؛ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے، اور تم جھوٹ سے بچو؛ کیوں کہ جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نافرمانی دوزخ میں لے جاتی ہے، اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے؛ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے (ترمذی: ص ۱۸/ ج ا)

بہر حال! جھوٹ ایک گناہ نہیں؛ بلکہ بہت سے گناہوں کی جڑ اور بنیاد ہے؛ اسی لیے اس کو امّ الامراض کہا جاتا ہے۔

انسانی زندگی کا دوسرا اہم وصف امانت داری ہے جس کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جامع انداز میں فرمایا کہ اس شخص کا ایمان مکمل نہیں جس میں امانت ودیانتداری کی صفت نہیں۔ (بیہقی)

عام طور سے لوگ امانت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ کسی شخص نے کچھ پیسے یا اپنی کوئی چیز ہمارے پاس لاکر رکھ دی اور ہم نے اس کو حفاظت سے رکھ دیا، اس کو خود استعمال نہیں کیا، کوئی خیانت اس میں نہیں کی، جوں کی توں واپس کر دی تو حق امانت ادا ہو گیا۔

بلاشبہ امانت کا ایک پہلو یہ بھی ہے؛ لیکن قرآن وحدیث میں جہاں امانت کا لفظ آیا ہے اس کے معنیٰ اور مفہوم میں وسعت ہے، اس کے اندر بڑی کشادگی ہے، بہت ساری چیزیں اس کے دائرے میں آجاتی ہیں۔

سب سے پہلی چیز جو امانت کے اندر داخل ہے وہ ہماری زندگی ہے جو ہمیں ملی ہے، اسی طرح ہمارا پورا جسم سر سے لے کر پاؤں تک امانت ہے، ہم اس کے مالک نہیں یہ آنکھیں جن سے ہم دیکھتے ہیں، یہ زبان جس سے ہم بولتے ہیں، یہ کان جن سے سماعت کا کام لیتے ہیں، یہ ناک جس سے سونگھتے ہیں، یہ ہاتھ جن کو مختلف کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں، یہ پیر جن سے چلنے کا کام لیا جاتا ہے، یہ سب امانت ہیں جو اللہ رب العزت نے بلا کسی محنت ومشقت محض اپنے فضل سے عطا کیے ہیں، دینی ودنیوی منافع کی خاطر انھیں استعمال کرنا اور ان قوتوں سے فائدہ اُٹھانا یہ امانت ہے اور ان اعضا کو ایسے مواقع پر استعمال کرنا جس سے اللہ کی نافرمانی لازم آئے یہ خیانت ہوگی۔

اسی طرح زندگی کے یہ لمحات جو گذر رہے ہیں ان کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، ان لمحات وساعات کو ایسے کام میں صرف کرنا جو دنیا وآخرت کے لحاظ سے فائدہ مند ہو یہ امانت داری ہے، اور اللہ کی نافرمانی اور ناراض کرنے والے کاموں میں زندگی گذارنا یہ امانت میں خیانت ہوگی۔

مقصد عرض کرنے کا یہ ہے کہ امانت ودیانت کا تعلق صرف کسی چیز سے یا پیسوں سے نہیں؛ بلکہ امانت میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کے ساتھ کسی کا حق متعلق ہو، اور جس کی حفاظت اور مالک کی طرف ادائے گی انسان پر لازم ہو، اس بنا پر کہا جائے گا کہ عالم کے پاس علم امانت ہے، کسی مسجد ومدرسہ کے متولی ومہتمم کے پاس مسجد ومدرسہ امانت ہے، حاکم اور فرماں رواں کے پاس اقتدار امانت ہے، صاحب ثروت اور متمول لوگوں کے پاس دولت امانت ہے، مکتب ومدرسہ کے معلم، اُستاذ کے پاس شاگرد امانت ہیں، باپ کے پاس اولاد امانت ہے، بیوی کے پاس عزت وآبرو امانت ہے، ہر انسان کے پاس اس کی جان اور اس کے اعضا امانت ہیں، ہماری زندگی اور اس کا ایک ایک لمحہ امانت ہے۔

پیارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی میں یہ دونوں صفت نمایاں طور پر تھیں، بچپن سے ہی آپ صداقت وامانت کے پیکر تھے، نبوت سے پہلے بھی پورے مکہ میں آپ ''صادق'' اور ''امین'' کے لقب سے مشہور تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے تھے، آپ کی زبان پر کبھی جھوٹ نہیں آتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم امانت دار تھے، جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امانت رکھواتے تھے اُن کو پورا بھروسہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امانت کا حق ادا کریں گے؛ چناں چہ ہجرت کے موقع پر صورتِ حال یہ تھی کہ کفار نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قتل کے منصوبے بنا رہے

تھے،اس حالت میں اللہ کے حکم سے آپ کو رات کے وقت اپنے شہر مکہ مکرمہ سے نکلنا پڑا،ایسے حساس اور نازک ماحول میں جب کہ لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس تھیں،آپ کو یہ فکر تھی کہ میرے پاس جو لوگوں کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں ان کو اگر پہونچاؤں گا تو راز کھل جائے گا کہ میں یہاں سے جارہا ہوں،اس وقت پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک فرد کی امانت اس کے مالک تک پہونچانے کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ اپنا امین و معتمد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنایا اور پابند کیا کہ وہ تمام امانتیں کو واپس کردیں،اس کے بعد ہی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں۔

وہ امانتیں صرف مسلمانوں کی ہی نہیں تھی،بلکہ کافروں کی بھی تھیں،جو آپ کے خون کے پیاسے اور آپ کے ساتھ دشمنی کا معاملہ کررہے تھے،ان کی امانتوں کو بھی ان تک واپس پہونچانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام فرمایا،امانت داری اور سچائی کے معاملہ میں یہ تھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور تابناک سیرت۔

آج مسلم معاشرہ کا المیہ یہ ہے کہ جھوٹ،خیانت،مکروفریب اور دھوکہ جیسی خبیث اور رذیل عادتوں کی قباحت و برائی ذہنوں سے نکلتی جارہی ہے اور ان چیزوں کو ہنر،عقل مندی وہوشیاری کا نام دیا جانے لگا،ظاہر ہے کہ یہ انتہائی افسوس ناک پہلو ہے کہ معصیت اور گناہ کی برائی اور قباحت ہی دل سے نکل جائے۔

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات نہ صرف مسلمان کے لیے ؛بلکہ ہر فردِ بشر کے لیے ایک کھلی کتاب ہے،جن قوموں اور جن خطہ کے لوگوں نے اسلامی عادات واخلاق کو اپنایا اور ان کو عملی زندگی کا حصہ بنایا،وہ مہذب اور ترقی یافتہ کہلانے لگے اور مسلمان نے اپنے دین فِطرت کی پاکیزہ تعلیمات سے روگردانی کی وہ پسماندگی اور پست حالی کا شکار ہوگئے۔

اگر واقعی ہم اسلام کے سچے نام لیوا ہیں اور ایک اچھے مہذب انسان کی زندگی جینا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے بھولے اور چھوڑے ہوئے سبق کو پھر سے دوہرانا ہوگا اور اسلامی تعلیمات وہدایات کو اختیار کرنا ہوگا،جن پر عمل کر کے یقیناً ہمیں دنیا و آخرت کی فلاح و بہبودی حاصل ہوگی،اور معاشرے میں بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھے جائیں گے۔ان شاء اللہ

(مولانا میرزاہد قاسمی مکھیالوی جامعہ فلاحِ دارین الاسلامیہ بلاسپور)

اسلامی معاشرے میں اخلاق کی اہمیت

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ’’اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔‘‘

اخلاق’’خلق‘‘،کی جمع ہے،جس کے معنیٰ خصلت،عادت اور طبیعت کے ہیں۔اصطلاح میں اخلاق سے مراد وہ خصائل وعادات ہیں جو انسان سے روزمرہ اور مسلسل سرزد ہوتے رہتے ہیں اور یہی عادات وخصائل رفتہ رفتہ انسانی طبیعت کا جزو بن کر رہ جاتے ہیں جسے انسان دوسرے کے لیے تمثیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔اگر یہ عادات اچھی ہوں تو’’اخلاق حسنہ‘اور اگر بُری ہوں تو’’اخلاق سیئہ‘‘ کے طور پر جانی جاتی ہیں۔

اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے اور تمام بنی نوع انسان کی فلاح اور کامرانی کا علم بردار ہے۔یہ زندگی کے ہر اصول پر انسان کی راہ نمائی کرتا ہے۔اسلام کے زرّیں اصولوں میں اخلاق کو سرفہرست رکھا گیا ہے۔انسانی زندگی میں معاشرے کا قیام اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔دوسرے لفظوں میں انسان دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے اور زندگی بسر کرنے پر فطرتاً مجبور ہے۔اسلام میں اخلاق سے مراد وہ’’اخلاق حسنہ‘‘ہیں جو بنی نوع انسان کی فلاح اور اصلاح کے لیے انسانیت کو عطا کیے گئے۔دنیا میں انسان کی اولین حیثیت ایک فرد کی سی ہے اور افراد کے مجموعے سے معاشرہ تکمیل پاتا ہے۔اگر دنیا میں موجود تمام انسان اپنی اصلاح کرلیں،یعنی اسلامی تعلیمات کے عین مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لیں تو وہ معاشرہ یقیناً درست اور صالح کہلائے گا،یا یوں کہہ لیجیے کہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ کہلائے گا۔یہی وجہ ہے کہ اسلام فرد کی اصلاح کے لیے اخلاق حسنہ پر زور دیتا ہے۔قرآن حکیم میں بیشتر مقامات پر اخلاق کا درس دیا گیا ہے جو اس قدر حکیمانہ اور فلسفیانہ ہے،جو دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں نہیں ملتا۔چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

’’اور جب تم کو کوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر لفظوں سے دعا دو بے شک خدا ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔‘‘(سورہ النساء آیت 86)

مشاورت اور مصالحت کے بارے میں فرمایا’’ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں اچھی نہیں۔ہاں جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے اور جو ایسے کام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرے گا تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔‘‘(سورہ النساء آیت 114)

ملک میں سیاست اور مملکت سے ایفائے عہد برقرار رکھنے کے لیے فرمایا ''اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور خدا سے خوف کرتے ہوئے اور امید رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔'' (سورہ الاعراف ایت 56)

کفار کی مال دولت سے حرص نہ کرنے اور مومنوں کی خاطر مدارت کے لیے حکم فرمایا ''اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو متمتع کیا ہے تم ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا اور نہ ان کے حال پر تاسف کرنا اور مومنوں سے خاطر تواضع سے پیش آنا۔'' (سورہ الحجر، آیت 88)

کسی کو ایذا یا تکلیف نہ دینے کے حوالے سے فرمایا: ''اگر تم ان کو تکلیف پہنچانا چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تمہیں ان سے پہنچی ہو اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔'' (سورہ النحل، آیت 126)

رشتے داروں محتاجوں اور مسافروں کے حوالے سے حکم دیا: ''اور رشتے داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔'' سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے فضول خرچی سے بڑے سخت الفاظ میں اجتناب برتنے کو کہا کہ ''فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔'' وہ لوگ جو مستحقین کی مدد کرنے کے قابل نہ ہوں تو اُن کے بارے میں فرمایا: ''اگر تم اپنے پروردگار کی رحمت (یعنی فراخ دستی) کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہو ان (مستحقین) کی طرف توجہ نہ کرسکو تو ان سے نرمی سے بات کہہ دیا کرو۔'' بخل اور اسراف سے بچنے کا حکم دیا: ''اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا کرلو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہ) اور نہ بالکل کھول ہی دو کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور (انجام) یہ ہو کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔'' (سورہ بنی اسرائیل آیات 26 تا 29)

ناپ تول میں کمی بھی ایک بہت بڑی معاشرتی بُرائی ہے جس سے بچنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور جب تول کر دو تو ترازو سیدھا رکھا کرو یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔'' دوسروں کی ٹوہ میں لگا رہنے سے منع فرمایا۔ ترجمہ: ''اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے باز پرس ہوگی۔'' آگے چل کر انسان کے غرور اور تکبر کو خاک میں ملاتے ہوئے فرمایا ''اور زمین پر اکڑ کر نہ چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ جائے گا ان سب عادتوں کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک بہت ناپسند ہے۔'' (سورہ بنی اسرائیل آیات 35 تا 38)

مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ گفتگو) کرتے ہیں تو وہ انہیں سلام کرتے ہیں۔'' (سورۃ الفرقان آیت 63)

مذاق اڑانے سے منع فرمایا: ترجمہ ''مومنو! کوئی قوم کسی قوم کا تمسخر نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر (کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے مومن بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔'' (سورہ الحجرات آیت 11)

مومنین کو آداب مجلس سکھاتے ہوئے اور ان کے انجام کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: ''مومنو جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو کھل بیٹھا کرو خدا تمہیں کشادگی بخشے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے خدا ان کے درجے بلند کرے گا اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔'' (سورہ المجادلہ آیت 11)

اس کے بعد حکمت کی ان باتوں کی مزید تشریح کی گئی ہے جیسے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، والدین کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا، نیچی آواز میں بات کرنا۔ ان آیات کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ قرآن کی اصطلاح میں ان فطری امورِ خیر کو بھی جن کا خیر ہونا فطرتاً تمام قوموں اور مذاہب میں مسلم ہے اور جن کو دوسرے معنی میں اخلاق کہہ سکتے ہیں، ''حکمت'' کہا گیا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی شریعت میں اخلاق کا مرتبہ حکمت کے لفظ سے تعبیر ہوا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ عقائد اور عبادات کے بعد تعلیمات نبوی ﷺ کا تیسرا باب اخلاق ہے۔ اخلاق سے مقصود باہم بندوں کے حقوق و فرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کو ادا کرنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا ہر شے سے تھوڑا بہت تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تعلق کے

فرض کو بحسن خوبی انجام دینا اخلاق ہے۔اس کے اپنے ماں باپ اہل وعیال عزیز ورشتے دار، دوست احباب سب سے تعلقات ہیں بلکہ ہر اس انسان کے ساتھ اس کا تعلق ہے جس سے وہ محلے، وطن، قومیت، جنسیت یا اور کسی نوع کا تعلق رکھتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کے سبب اس پر کچھ فرائض عائد ہیں۔ دنیا کی ساری خوشیاں، خوش حالی، امن وامان اسی اخلاق کی بدولت ہے۔اسی دولت کی کمی کو حکومت و جماعت اپنی طاقت اور قوت کے قانون سے پورا کرتی ہے۔اگر انسانی جماعتیں اپنے فرائض از خود انجام دے لیں تو پھر حکومت کے جبری قوانین کی ضرورت نہیں پڑتی۔اسی لئے بہترین مذہب وہ ہے جس کا اخلاقی دباؤ اپنے ماننے والوں پر اتنا ہو کہ وہ ان کے قدموں کو سیدھا رکھ سکے، بھٹکنے نہ دے۔(سیرت النبی ﷺ جلد ششم)

حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت تکمیلی حیثیت رکھتی ہے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔“ (موطا حسن اخلاق، مسند احمد، بیہقی) اور ابن سعد میں ان الفاظ میں آیا ہے کہ ”میں تو اسی لیے بھیجا گیا کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔“ (عبدالقادر شیخ)

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

آپ مسلمان ہیں اور ضرور ہیں۔لیکن اس لیے کہ آپ کا نام اسلامی ہے، آپ کا گھرانہ اور آپ کا معاش اسلامی ہے، آپ کے رشتہ دار مسلمان اور آپ کے والدین مسلمان ہیں، بس؟ اس لیے آپ مسلمان ہیں، کیا آپ کے مسلمان ہونے کے لیے صرف اتنی سی چیزیں کافی ہیں؟ کیا اسلامی نام رکھ لینا، اسلامی گھرانے میں پیدا ہو جانا اور مسلم معاشرے میں گزر بسر کر لینا آپ کے مسلمان بن جانے کے لیے اور مسلمان کہلانے کے لیے کافی ہے؟

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

مسلمان ہونا اتنا آسان نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہے ہیں، یہ لقمہ نہیں ہے کھانے کا، گھونٹ نہیں ہے پانی کا، جو بغیر محنت ومجاہدے کے حلق سے اتر جائے، اسلام کا اور مسلمان ہونے کا مطلب ومفہوم قرآن کی زبانی سنیے۔جس سے سچی اور پکی نہ کوئی زبان ہے اور نہ ہو سکتی ہے ارشاد باری ہے: ﴿ادخلوا فی السلم کافه ولا تتبعوا خطوات الشیطان﴾ یعنی پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ، سرتا پیر مسلمان بن جاؤ اور شیطان کے راستوں کی پیروی نہ کرو۔

آپ کے معاملات میں اسلامی نظام کے سوا کوئی نظام اور کوئی قانون نہ ہو، آپ دن کے اجالے میں بھی مسلمان رہیں اور رات کے اندھیرے میں بھی مسلمان رہیں، مسجدوں میں بھی اور گھروں میں بھی، دینی مجلسوں میں بھی اور سڑکوں و بازاروں میں بھی، آپ کے نزدیک اسلام کے پیام کے علاوہ کوئی پیام نہ ہو، اس کے فیصلے کے علاوہ کوئی فیصلہ نہ ہو، آپ کی زندگی میں اسلام کی دعوت اور اس کی حکومت کے علاوہ کوئی دعوت اور حکومت نہ ہو، گویا آپ کی زندگی اسلام کا آئینہ ہو۔مسلمان ہونے کا مطلب اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک یہ ہے اور بس یہی ہے، اس کے علاوہ جو چیزیں بھی ہیں، جو بھی نظام ہے، جو بھی حکومت اور جو بھی قانون ہے، وہ شیطانی ہے، اسلامی نہیں، وہ کچھ اور تو ہو سکتا ہے مگر اسلام نہیں ہو سکتا، اس لیے ﴿ادخلوا فی السلم کافه﴾ کے ساتھ ﴿ولا تتبعوا خطوات الشیطان﴾ بھی فرمایا گیا ہے۔

اسلام کے اس معنی ومفہوم کے آئینہ اور اس آیت کی روشنی میں آپ خود غور کیجیے اور اپنے معاشرے اور ذاتی زندگی کا جائزہ لیجیے کہ آپ اور آپ کا معاشرہ کتنا مسلمان ہے اور کیسا مسلمان ہے؟ ہونا تو یہ تھا کہ آپ کی پوری زندگی میں اسلام کا رنگ ہوتا، اسلام کا غلبہ ہوتا، لیکن افسوس کہ آپ کی زندگی دین وشریعت سے بے بہرہ ہے اور اس میں مادیت کا زور ہے، دنیا طلبی اور دولت پرستی کا شور ہے، ہونا تو یہ تھا کہ اسلام آپ کے ایک ایک عمل میں رچا بسا ہوتا اور آپ کی ایک ایک نقل وحرکت سے اسلامیت کا اظہار ہوتا، لیکن آج آپ کی سوچ اسلام کے خلاف اور ہر قدم خط اسلام سے منحرف ہوتا ہے، آج آپ کے گھروں سے اسلام کا جنازہ اٹھ رہا ہے، بداعمالیاں اور برائیاں آپ کے گھروں میں پنپ رہی ہیں، آپ کے گھروں میں گندی فلمیں دیکھی جاتی ہیں، فحش لٹریچر پڑھے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے آپ کی عورتیں بے پردہ وبے حیا ہو رہی ہیں اور آپ کے بچے، بچیاں بدتہذیب وبے حیا ہو رہی ہیں، آج آپ کی اولاد کو فلمی دنیا کے ایکٹروں اور اداکاروں کی ادائیں اور اسٹائل تو خوب معلوم ہیں، لیکن انہیں حضور ﷺ کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت معلوم نہیں، آج آپ کو دنیا کی رنگ برنگی تہذیب،

زرق برق لباس، بڑی بڑی عمارتیں، مال و دولت کے انبار اپنی طرف کھینچ رہے ہیں، لیکن اسلام کی صاف ستھری تہذیب، اس کے شعائر و قوانین اور سادہ قناعت پسند زندگی آپ کے لیے کوئی جاذبیت نہیں رکھتی، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ کے لیے اسلامی پیام کے علاوہ کوئی پیام مؤثر نہ ہوتا اور دنیا کے ظاہری نعرے اور وعدے آپ کو اپنا گرویدہ نہ بناتے لیکن آج دنیا کے مختلف کھوکھلے نعرے اور بے حیثیت عہدوں نے آپ کو اپنا غلام بنالیا ہے، جس کی وجہ سے آپ خدا اور اس کے رسول کو بھولے جارہے ہیں، اپنے فرائض و ذمہ داری میں کوتاہی کررہے ہیں اور اس طرح اپنی عاقبت برباد کررہے ہیں، سیاسی پارٹیوں اور مختلف تحریکوں نے آپ کو اپنا زرخرید غلام بنالیا ہے اور آپ کو ان کی غلامی کرنا اور اس کے پیچھے بھاگنا تو خوب یاد رہتا ہے، لیکن خدا اور اس کا رسول آپ کو یاد نہیں رہتا، آج حکومتوں کے حاشیہ برداروں اور چاپلوس لیڈروں کے جھوٹے وعدوں پر تو آپ کو اعتماد ہوگیا لیکن خدا کے وعدوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں پر آپ کو یقین نہ ہوسکا، ہونا یہ چاہیے تھا کہ آپ کے تمام شعبہائے زندگی میں اور زندگی کے ہر معاملہ میں اسلام فیصلہ کن کردار ادا کرتا اور اسی کا فیصلہ چلتا، اسی کا نظام نافذ ہوتا، لیکن کیا کیجیے کہ آپ کے معاملات اور آپ کی زندگی میں غیر اللہ کا فیصلہ چلتا ہے اور طاغوت کا نظام نافذ ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی نظام نافذ نہیں ہوتا تو وہ اسلام کا نظام ہے، آج آپ کی شادیاں اسلامی شریعت کے خلاف، آپ کی خوشیاں اور ماتمی محفلیں اسلامی قانون کے خلاف، کمانے کے اسباب و وسائل اسلام کے خلاف، تجارت اور خرید و فروخت اسلام کے خلاف، گویا آپ کی ساری زندگی یکسر اسلامی نظام سے منحرف ہے اور آپ کا رویہ اسلام کے ساتھ مومنانہ نہیں، بلکہ منافقانہ ہے:

آپ خود ہی اپنی اداؤں پہ غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

آپ خود ہی غور کیجیے کہ اس طرز زندگی اور اسلام کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرکے کیا آپ مسلمان ہوئے ہیں، کیا اپنے کو مسلمان کہہ لینا اور کہلا لینا آپ کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے؟ کیا مسلم معاشرے و مسلم گھر سے نسبتیں جوڑ لینا آپ کے مسلم ہونے کے لیے کافی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ محض ایک دھوکہ ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں، نہ دنیا میں نہ آخرت میں، اگر آپ واقعی مسلمان بننا چاہتے ہیں تو عملی میدان میں کھل کر آئیے تو اپنے آپ کو اور اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالیے، اسلامی اصول و قوانین اور حدود و قیود کی پابندی کیجیے اور ہر لمحہ، ہر آن اپنی زندگی کا اور اپنے معاشرہ کا اسی آیت کی روشنی میں جائزہ لیتے رہیے۔ ﴿ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان﴾ اسلام کے علاوہ کوئی بھی نظام آپ کی راہ میں حائل ہو تو اسے شیطانی اور باغی نظام سمجھیے اور اس سے بالکل اسی طرح بچیے جس طرح کسی جذامی سے بچا جاتا ہے اور اس سے منہ پھیر کے گزر جایا جاتا ہے "وفر کما تفر من المجذوم" یہی کچھ ہے متاع فقیری۔

(محترم اشرف علی)

تجارت کو عبادت بنائیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے۔ اذان بلند ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ تاجروں نے دوکانیں بند کرنا شروع کردی۔ سب کے سب مسجد کی جانب بڑھنے لگے۔ بے اختیار آپ کے منہ سے نکلا: یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالی نے قرآن مجید میں تعریف بیان کی ہے: "رجال لاتلھیھم تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی" اگر تجارت اللہ سے غافل کردے گی تو وہ عبادت نہیں وبال بن جائے گی۔

'لوگ سمجھتے ہیں کہ دین دار بن گئے تو کاروبار ڈوب جائے گا"، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اسلام تو کاروبار پھیلانے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"فاذا قضیت الصلوة فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل اللہ" جب نماز ختم ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالی کا فضل تلاش کرو"

گویا تجارت کے ذریعے سے اللہ تعالی کے فضل کو تلاش کیا جاتا ہے۔ جب امانت و دیانت سے تجارت کی جائے گی تو وہ خود بہ خود عبادت بن جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"التاجر الصدوق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشھداء
سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔" (ترمذی، کتاب البیوع)

جب تک دولت کو اللہ تعالی کا کرم اور فضل سمجھا جائے گا، تجارت، عبادت بنی رہے گا۔ جب انسان اسے اپنے ہاتھوں کی کمائی سمجھنے لگے گا۔ دولت کو جہاں دل چاہے گا خرچ کرنے لگے گا۔ جائز ناجائز اور حلال وحرام کی تفریق ختم ہو جائے گی، تو یہی تجارت وبال بن جائے گی۔

کتنی ہی فیکٹریوں کو ہم نے بند ہوتے دیکھا، کتنے ہی کاروبار دنوں میں ٹھپ ہو گئے، ہمارے ارد گرد کتنے بڑے تاجر تھے جو اب ایک ایک لقمے کو ترس رہے ہیں۔ اس کوئی شک نہیں ان لوگوں نے بھی محنت کی، ان کے پاس بھی ہنر تھا، انہیں بھی کاروباری تجربہ تھا مگر اس کے باوجود وہ تباہ ہو گئے۔ آج اگر مجھے مال و دولت ملی ہے تو آپے سے باہر نہیں ہونا چاہیے۔ اسے بھی اللہ تعالی کا کرم سمجھنا چاہیے۔ ہمیں دولت کی طرف نہیں، دولت دینے والے کی طرف نظر رکھنا چاہیے۔ اگر دولت دینے والے سے نظر ہٹ گئی تو تباہی و بربادی ہمارا مقدر ہوگی۔ حدیث شریف میں آتا ہے: التجار یحشرون یوم القیامۃ فجارا، الا من اتقی و بر و صدق تاجر قیامت کے دن بدکار اٹھائے جائیں گے، سوائے اس تاجر کے جو اللہ سے ڈرا، نیک کام کیے اور سچ بولا۔"

آیئے! وہ نصیحت پڑھتے ہیں جو حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے کے بہت بڑے تاجر قارون کو کی گئی۔ اس تاجر کو اللہ نے بے بہا مال و دولت عطا کیا تھا۔ اسے کہا گیا: "و ابتغ فیما اتاک اللہ الدار الاخرۃ و لا تنس نصیبک من الدنیا، و احسن کما احسن اللہ الیک اور جو کچھ اللہ تعالی نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصہ کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ تعالی نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی سلوک کرتا رہ۔" (سورۃ القصص: 77) مگر اس کے مقابلے میں قارون نے دولت کو اپنے ہاتھ کی کمائی قرار دیا اور اسے اپنے علم و تجربے کا نتیجہ قرار دیا۔ اس لیے اس کی دنیا بھی برباد ہوگئی اور آخرت بھی۔ قرآن پاک بتاتا ہے، قارون نے کہا تھا: "انما اوتیتہ علی علم عندی یہ سب کچھ میرے ذاتی علم کی وجہ سے ہے۔"

اگر کوئی تاجر اپنی دولت کو اللہ تعالی کا فضل سمجھتا ہے، اسے حاصل کرنے کے لیے سود، جھوٹ، دھوکا اور جھوٹی قسم سے گریز اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح مال خرچ کرتے ہوئے بھی پیسے کے بجائے اللہ تعالی کی طرف نظر رکھتا ہے تو اس کی تجارت بھی عبادت ہے۔ اسی کی دنیا بھی دین بن جاتی ہے اور اسے راحت، چین، سکون کی دولت ملے گی۔ اگر کوئی تاجر سود، سٹہ، دغا اور دھوکا کرتا ہے، جلد از جلد زیادہ مال کمانا چاہتا ہے تو اسے نہ راحت ملے گی، نہ سکون ملے گا، نہ چین نصیب ہوگا۔ دولت تو ہوگی مگر زندگی جہنم بن جائے گی۔

عبدالمنعم فائز ایڈیٹر شریعہ اینڈ بزنس

تعارف

جامعہ اسلامیہ فاروقیہ سیکٹر ۹ ناتھ کراچی کے زیر انتظام شعبہ اشاعت الدین و اصلاح المسلمین کا قیام ۲۰۰۹ میں تب عمل میں آیا جب راقم الحروف کو جامعہ بنوریہ عالمیہ سے دورہ حدیث نبوی ﷺ کی تکمیل کی سعادت نصیب ہوئی۔ شروع میں اس شعبہ سے عیدین، رمضان، حج و قربانی، اعتکاف کے احکام، فضائل پر مبنی پمفلٹس اور کتابچے ہی شایع ہوتے رہے، جس پر زر کثیر صرف ہوتا جبکہ ادارہ اس کا متحمل نا تھا تو یہ سلسلہ موقوف کرنا پڑا۔ اس کے بعد مختلف کورسز شروع کروائے، جیسے ۴۰ روزہ فہم دین و دانش کورس، ۵ روزہ سیرت النبی ﷺ کورس، قرآنی عربی کورس، احکام میت کورس، ادائیگی زکاۃ کورس وغیرہ شامل ہیں۔ احباب نے بھرپور پزیرائی کی اور نفع بھی بہت ہوا۔

بھلا ہو سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کا اور ادارہ کی ویب ٹیم کا، کہ جس کی بدولت فیس بک، ٹویٹر، بلاگ اور وٹس ایپ کے ذریعے اشاعت الدین و اصلاح المسلمین کا کام بہت تیزی سے پھیلنے لگا، جس پر مفت PDF رسالہ کے اجراء کا داعیہ دل میں اٹھا۔ حضرات علماء کرام، اساتذہ کرام سے مشاورت ہوئی، انہوں نے حوصلہ افزائی کی۔ دوستوں نے معاونت کی۔ اور آپ کی اسکرین پر دس روزہ اصلاح المسلمین کا پہلا شمارہ موجود ہے۔ آپ کی قیمتی رائے، مشورے، نقد و جرح میرے لئے نہایت اہمیت کے حامل ہوگی۔

سوشل میڈیا، ویب لنک، رابطہ نمبرز فائل کے ٹائٹل پیج پر ملاحظہ ہوں۔

مولوی حمید الرحمن قریشی ایڈیٹر دس روزہ اصلاح المسلمین